Allama Iqbal Open University AIOU BS Islamic Studies solved assignments no 2 Autumn 2025 Code 1957 Fiqh-ul-Quran-I

سوال نمبر *1*

مالِ غنیمت اور مالِ فَے کے احکام واضح کریں

تمہید

اسلام ایک جامع ضابطۂ حیات ہے جو انسان کی انفرادی، اجتماعی، معاشی، سیاسی اور عسکری زندگی کے تمام پہلوؤں پر واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلامی نظامِ معیشت میں دولت کے حصول، تقسیم اور استعمال کے اصول

نہایت عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔ جنگ اور ریاستی نظم سے متعلق جو مالی وسائل حاصل ہوتے ہیں، ان میں **مالِ غنیمت** اور **مالِ فَے** کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ قرآنِ مجید، احادیثِ نبوی ﷺ اور فقہِ اسلامی میں ان دونوں کے مفاہیم، اقسام، احکام اور مصرف کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں مالِ غنیمت اور مالِ فَے کے احکام کو جامع، منظم اور وضاحتی انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔

حصہ اوّل: مالِ غنیمت

1. مالِ غنیمت کا لغوی معنی

لفظ **غنیمت** عربی زبان کے مادہ **غَنِمَ** سے نکلا ہے جس کے لغوی معنی ہیں:

- فائدہ حاصل کرنا
- نفع پانا
- بغیر مشقت کے حاصل ہونے والی چیز

لغوی اعتبار سے ہر وہ چیز جو انسان کو فائدے کے طور پر حاصل ہو، غنیمت کہلاتی ہے۔

---

2. مالِ غنیمت کا اصطلاحی معنی

اصطلاحِ شریعت میں:

وہ مال جو مسلمانوں کو باقاعدہ جنگ اور قتال کے نتیجے میں کفار سے حاصل ہو، مالِ غنیمت کہلاتا ہے۔

اس میں دشمن کا مال، اسلحہ، جانور، زمین، قیدی اور دیگر اموال شامل ہوتے ہیں جو میدانِ جنگ میں فتح کے بعد مسلمانوں کے قبضے میں آئیں۔

---

3. قرآنِ مجید میں مالِ غنیمت کا ذکر

مالِ غنیمت کے احکام واضح طور پر **سورۃ الانفال** میں بیان کیے گئے ہیں:

"وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ"

(سورۃ الانفال: *41*)

ترجمہ:

"اور جان لو کہ جو کچھ بھی تم غنیمت میں حاصل کرو، اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔"

---

4. مالِ غنیمت کی اقسام

فقہاء کے نزدیک مالِ غنیمت کی درج ذیل اقسام ہیں:

1. **منقولہ اموال**
   - اسلحہ
   - سونا، چاندی
   - جانور
   - کپڑے

2. **غیر منقولہ اموال**
    - زمینیں
    - مکانات
    - قلعے
3. **قیدی**
    - جنگی قیدی
    - غلام یا فدیہ کے ذریعے رہائی

---

5. مالِ غنیمت کی تقسیم

اسلام نے مالِ غنیمت کی تقسیم کا ایک منصفانہ اور واضح اصول مقرر کیا ہے:

(الف) خمس (پانچواں حصہ)

کل مالِ غنیمت کا ***1/5 حصہ*** بیت المال میں جمع ہوتا ہے، جسے درج ذیل مصارف میں خرچ کیا جاتا ہے:

- اللہ اور رسول ﷺ کے کاموں میں

- رسول ﷺ کے قریبی رشتہ دار
- یتیم
- مسکین
- مسافر

(ب) باقی چار حصے *(4/5)*

یہ حصہ مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا ہے:

- پیادہ مجاہد: *1* حصہ
- گھڑ سوار مجاہد: *3* حصے *(ایک خود کے لیے، دو گھوڑے کے لیے)*

---

6. نبی کریم ﷺ کی سنت میں مالِ غنیمت

نبی کریم ﷺ نے غزوات کے بعد مالِ غنیمت کو خود تقسیم فرمایا:

- غزوۂ بدر
- غزوۂ خیبر
- غزوۂ حنین

آپ ﷺ نے ہمیشہ عدل، مساوات اور ضرورت کو پیش نظر رکھا۔

---

7. مالِ غنیمت کے شرعی احکام

1. مالِ غنیمت حلال ہے
2. اس میں خیانت حرام ہے (غُلول)
3. تقسیم امام یا امیر کرے گا
4. ذاتی طور پر قبضہ ناجائز ہے
5. خمس نکالنا فرض ہے

حصہ دوم: مالِ فَے

1. مالِ فَے کا لغوی معنی

لفظ **فَے** عربی مادہ **فَاءَ** سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی ہیں:

- لوٹ آنا
- واپس ہونا

لغوی طور پر فَے اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ کے حاصل ہو۔

---

2. مالِ فَے کا اصطلاحی معنی

اصطلاحِ شریعت میں:

وہ مال جو مسلمانوں کو بغیر جنگ، قتال یا لڑائی کے کفار سے حاصل ہو، مالِ فَے کہلاتا ہے۔

مثلاً:

- دشمن کا خوف سے فرار
- صلح کے ذریعے حاصل ہونے والا مال
- جزیہ
- خراج

---

3. قرآنِ مجید میں مالِ فَے کا ذکر

مالِ فَے کا ذکر **سورۃ الحشر** میں آیا ہے:

"مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ..."

(سورۃ الحشر: 7)

ترجمہ:

"جو مال اللہ نے اپنے رسول کو بستی والوں سے بغیر جنگ کے دلایا، وہ اللہ، رسول، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔"

---

4. مالِ فَے کی اقسام

1. **جزیہ**
   - غیر مسلم شہریوں سے لیا جانے والا ٹیکس
2. **خراج**
   - زمین پر لگایا جانے والا ٹیکس
3. **صلح کا مال**
   - معاہدے کے تحت دیا گیا مال
4. **ترکۂ کفار**
   - بغیر وارث کے فوت ہونے والے غیر مسلم کا مال

---

5. مالِ فَے کا مصرف

مالِ فَے مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ مکمل طور پر بیت المال میں جمع ہوتا ہے اور درج ذیل کاموں میں خرچ کیا جاتا ہے:

- ریاستی ضروریات
- فوجی اخراجات
- فقراء و مساکین
- تعلیم، صحت اور رفاہی کام
- اسلامی ریاست کے انتظامی امور

---

6. نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کا طرزِ عمل

- **خیبر کی زمینیں** مالِ فَے تھیں
- حضرت عمرؓ نے عراق و شام کی زمینیں فَے قرار دے کر بیت المال میں شامل کیں

- عوامی فلاح اور ریاستی نظام پر خرچ کیا گیا

مالِ غنیمت اور مالِ فَے میں فرق

پہلو	مالِ غنیمت	مالِ فَے
حص	جنگ کے	بغیر جنگ
ول	ذریعے	
خم	فرض	مکمل بیت
س		المال
مجاہ	حصہ دار	حصہ دار
دین		نہیں
قرآن	سورۃ	سورۃ
	الانفال	الحشر

اسلامی معاشی نظام میں ان کی اہمیت

- دولت کی منصفانہ تقسیم
- جنگی لالچ کا خاتمہ
- ریاستی استحکام
- فلاحی نظام کی مضبوطی

نتائج و خلاصہ

اسلام نے مالِ غنیمت اور مالِ فَے کے واضح اور عادلانہ احکام مقرر کر کے:

- انسانی لالچ کا سدباب کیا
- اجتماعی مفاد کو ترجیح دی
- ریاستی اور سماجی توازن قائم کیا

مالِ غنیمت مجاہدین کی حوصلہ افزائی اور جنگی اخراجات کے ازالے کا ذریعہ ہے، جبکہ مالِ فَے ریاست کی معاشی بنیاد کو مضبوط کرتا ہے۔ دونوں اسلامی نظامِ معیشت کے اہم ستون ہیں اور عدلِ اسلامی کی عملی مثال پیش کرتے ہیں۔

سوال نمبر 2

جہاد کا لغوی و اصطلاحی مفہوم واضح کریں نیز صلح کے احکام پر جامع نوٹ تحریر کریں

تمہید

اسلام ایک دینِ امن، عدل اور اصلاح ہے، جو انسان کو انفرادی و اجتماعی سطح پر بہتر زندگی گزارنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام میں بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جہاں ظلم، جبر، ناانصافی اور فتنہ و فساد کے خاتمے کے لیے جدوجہد ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اس جدوجہد کو اسلام کی اصطلاح میں **جہاد** کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام جنگ کے ساتھ ساتھ **صلح، امن اور مفاہمت** کو بھی بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت میں جہاد کے ساتھ ساتھ صلح کے احکام کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں جہاد کے لغوی و اصطلاحی مفہوم اور صلح کے شرعی احکام کو جامع انداز میں پیش کیا جا رہا ہے۔

حصہ اوّل: جہاد کا مفہوم

1. جہاد کا لغوی معنی

لفظ **جہاد** عربی زبان کے مادہ **ج-ہ-د** سے نکلا ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہیں:

- پوری طاقت لگانا
- سخت کوشش کرنا
- مشقت برداشت کرنا
- جدوجہد کرنا

لغوی اعتبار سے جہاد ہر اُس کوشش کو کہتے ہیں جس میں انسان اپنی تمام تر جسمانی، ذہنی اور روحانی صلاحیتیں استعمال کرے۔

---

2. جہاد کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاحِ شریعت میں جہاد کا مفہوم نہایت وسیع اور جامع ہے۔ فقہاء اور علماء کے نزدیک:

اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول، دینِ اسلام کی سربلندی، ظلم کے خاتمے اور حق کے قیام کے لیے ہر قسم کی جائز کوشش اور جدوجہد کو جہاد کہتے ہیں۔

یہ جدوجہد مختلف صورتوں میں ہو سکتی ہے، جن میں صرف قتال (جنگ) ہی شامل نہیں بلکہ دیگر کئی پہلو بھی شامل ہیں۔

---

3. قرآنِ مجید میں جہاد کا تصور

قرآنِ مجید میں جہاد کا ذکر مختلف مقامات پر آیا ہے، مثلاً:

"وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ"

(سورۃ الحج: 78)

ترجمہ:

"اور اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ جہاد صرف تلوار اٹھانے کا نام نہیں بلکہ اللہ کے دین کے لیے ہر ممکن جدوجہد کا نام ہے۔

---

4. جہاد کی اقسام

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جہاد کی درج ذیل اقسام بیان کی جاتی ہیں:

(الف) جہاد بالنفس (نفس کے خلاف جہاد)

یہ سب سے پہلا اور اہم جہاد ہے، جس میں انسان:

- اپنی خواہشات پر قابو پاتا ہے
- گناہوں سے بچتا ہے
- اخلاقی اصلاح کرتا ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہیں۔"

(مراد: جہاد بالنفس)

(ب) جہاد بالعلم و قلم

اس میں:

- علم کی اشاعت
- باطل نظریات کا رد
- حق کی وضاحت

شامل ہے۔ علماء، معلمین اور مصنفین کا کردار اسی جہاد کے تحت آتا ہے۔

(ج) جہاد بالمال

اللہ کی راہ میں:

- مال خرچ کرنا
- غرباء کی مدد
- دینی اداروں کی معاونت

قرآن میں ہے:

"جَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ"

(سورۃ التوبہ: 41)

(د) جہاد بالقتال (مسلح جہاد)

یہ جہاد کی وہ صورت ہے جو:

- ظلم کے خاتمے
- دفاعِ اسلام
- مذہبی آزادی کے تحفظ

کے لیے ریاست کی اجازت اور قیادت میں کیا جاتا ہے۔ یہ آخری اور مشروط صورت ہے، جس کے لیے سخت شرائط مقرر ہیں۔

---

5. جہاد کے شرائط و اصول

اسلام میں جہادِ قتال کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

1. جائز اسلامی حکومت کی اجازت
2. دفاع یا ظلم کے خاتمے کا مقصد
3. بے گناہوں کو نقصان نہ پہنچانا
4. عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور عبادت گاہوں کا تحفظ

5. مال و جان کی بلا ضرورت تباہی سے اجتناب

حصہ دوم: صلح کے احکام

1. صلح کا لغوی معنی

لفظ **صلح** عربی مادہ **ص-ل-ح** سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں:

- اصلاح کرنا
- جھگڑا ختم کرنا
- امن قائم کرنا
- باہمی مفاہمت

---

2. صلح کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاح میں:

دو فریقوں کے درمیان جنگ، نزاع یا دشمنی کو ختم کر کے باہمی رضامندی اور امن قائم کرنے کو صلح کہتے ہیں۔

اسلام میں صلح کو نہایت اہم مقام حاصل ہے اور اسے جنگ پر ترجیح دی گئی ہے۔

---

3. قرآنِ مجید میں صلح کی اہمیت

قرآنِ مجید میں صلح کی ترغیب دی گئی ہے:

"وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا"

(سورۃ الانفال: 61)

ترجمہ:

"اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔"

---

4. نبی کریم ﷺ کی سیرت میں صلح

صلح حدیبیہ

صلح کی سب سے عظیم مثال **صلح حدیبیہ** ہے:

- بظاہر مسلمانوں کے خلاف شرائط
- مگر دور اندیش قیادت کا ثبوت
- اسی صلح کے نتیجے میں اسلام تیزی سے پھیلا
- فتح مکہ کی بنیاد بنی

یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام میں صلح کمزوری نہیں بلکہ حکمت ہے۔

---

5. صلح کے شرعی احکام

1. صلح کی پیشکش قبول کرنا جائز بلکہ مستحب ہے
2. صلح کے معاہدے کی پابندی فرض ہے
3. دھوکہ دہی اور بدعہدی حرام ہے
4. صلح اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک دوسرا فریق خلاف ورزی نہ کرے
5. صلح سے دین کو نقصان نہ ہو

---

6. جہاد اور صلح میں توازن

اسلام نہ تو مستقل جنگ کا دین ہے اور نہ ہی بزدلی کا۔ اسلام:

- ظلم کے خلاف جہاد کی اجازت دیتا ہے
- مگر امن کے مواقع کو ترجیح دیتا ہے

جہاد اور صلح دونوں کا مقصد:

- عدل کا قیام
- امن کا فروغ
- انسانی جان کا تحفظ

جہاد اور صلح کا تقابلی جائزہ

پہلو	جہاد	صلح

مق ظلم کا امن کا قیام

صد خاتمہ

طر جدوجہد / مفاہمت

یقہ قتال

بنیاد ضرورت حکمت

نتیج حق کی معاشرتی

ہ سربلندی استحکام

نتیجہ و خلاصہ

جہاد اسلام میں ایک جامع تصور ہے جو محض جنگ تک محدود نہیں بلکہ نفس، علم، مال اور اخلاقی جدوجہد پر مشتمل ہے۔ مسلح جہاد آخری حل ہے، جس کے لیے سخت شرائط مقرر ہیں۔ اس کے مقابلے میں اسلام صلح، امن اور مفاہمت کو ترجیح دیتا ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ

اسلام کا اصل پیغام امن، عدل اور اصلاح ہے، اور جہاد و صلح دونوں اسی مقصد کے حصول کے ذرائع ہیں۔

سوال نمبر 3

حوالہ کی تعریف، اقسام اور شرائط پر ایک جامع نوٹ قلمبند کریں

تمہید

اسلامی فقہ میں مالی معاملات کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ انسانی معاشرت کا بڑا حصہ لین دین، قرض، تجارت اور باہمی ذمہ داریوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسلام نے جہاں سود، دھوکہ اور ناانصافی سے منع کیا ہے، وہیں ایسے شرعی طریقے بھی عطا کیے ہیں جو آسانی، تعاون اور باہمی اعتماد کو فروغ دیتے ہیں۔ انہی شرعی طریقوں میں سے ایک اہم عقد **حوالہ** ہے۔ حوالہ ایک ایسا مالی معاہدہ ہے جو قرض کی ادائیگی کو سہل بناتا ہے اور معاشرتی تعاون کو مضبوط کرتا ہے۔ ذیل میں حوالہ کی تعریف، اقسام اور شرائط کو قرآن و سنت، فقہاء کی آراء اور عملی مثالوں کے ساتھ جامع انداز میں بیان کیا جا رہا ہے۔

حصہ اوّل: حوالہ کی تعریف

1. حوالہ کا لغوی معنی

لفظ **حوالہ** عربی زبان کے مادہ **حَوَلَ** سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں:

- منتقل کرنا
- بدل دینا
- ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا
- ذمہ داری کو ایک فرد سے دوسرے فرد کی طرف موڑ دینا

لغوی اعتبار سے حوالہ کسی چیز یا ذمہ داری کو ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل کرنے کو کہتے ہیں۔

---

2. حوالہ کا اصطلاحی معنی

اصطلاحِ فقہ میں حوالہ کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

حوالہ ایک ایسا شرعی معاہدہ ہے جس کے ذریعے قرض کی ذمہ داری ایک شخص (محیل) سے دوسرے شخص (محال علیہ) کی

طرف منتقل کر دی جاتی ہے، اور قرض خواہ (محال لہ) اس منتقلی کو قبول کر لیتا ہے۔

سادہ الفاظ میں:

- ایک شخص مقروض ہے
- وہ اپنے قرض خواہ کو کسی تیسرے شخص کی طرف بھیج دیتا ہے
- تیسرا شخص قرض ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے

یہی عمل شرعی اصطلاح میں حوالہ کہلاتا ہے۔

---

3. حوالہ کے بنیادی فریق

حوالہ کے معاملے میں تین بنیادی فریق ہوتے ہیں:

1. **محیل**
   - وہ شخص جس پر قرض واجب ہو
   - جو اپنی ذمہ داری کسی اور کو منتقل کرتا ہے
2. **محال لہ**

- قرض خواہ
- جسے رقم وصول کرنی ہو

3. محال علیہ

- وہ شخص جس پر قرض منتقل کیا جاتا ہے
- جو اصل قرض ادا کرنے کا ذمہ دار بنتا ہے

حصہ دوم: حوالہ کی مشروعیت

***1.* حدیثِ نبوی ﷺ سے حوالہ کی دلیل**

حوالہ کی مشروعیت حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَىٰ مَلِيءٍ فَلْيَتْبَعْ"

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

ترجمہ:

"مالدار کا قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور جب تم میں سے کسی کو کسی مالدار کی طرف حوالہ کیا جائے تو اسے قبول کر لینا چاہیے۔"

یہ حدیث واضح طور پر حوالہ کے جواز اور مشروعیت پر دلیل ہے۔

---

2. فقہاء کا اجماع

تمام فقہی مکاتبِ فکر (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے نزدیک حوالہ جائز اور مشروع عقد ہے، اگر اس کی شرائط پوری ہوں۔

حصہ سوم: حوالہ کی اقسام

فقہ اسلامی میں حوالہ کی مختلف اقسام بیان کی گئی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

---

1. حوالۂ مطلق

تعریف:

وہ حوالہ جس میں محال علیہ کے ذمہ پہلے سے کوئی قرض ثابت نہ ہو، لیکن وہ محیل کے کہنے پر قرض ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لے۔

مثال:

زید عمر کا مقروض ہے۔ زید، عمر کو خالد کی طرف بھیج دیتا ہے، اور خالد کہتا ہے کہ میں یہ رقم ادا کر دوں گا، حالانکہ خالد پر پہلے سے زید کا کوئی قرض نہیں تھا۔

حکم:

یہ حوالہ بعض فقہاء کے نزدیک جائز ہے، بشرطیکہ محال علیہ رضا مندی سے ذمہ داری قبول کرے۔

---

2. حوالۂ مقید

تعریف:

وہ حوالہ جس میں محال علیہ پہلے سے محیل کا مقروض ہو۔

مثال:

زید نے خالد سے *10* ہزار روپے لینے ہیں، اور زید خود عمر کا *10* ہزار روپے مقروض ہے۔ زید عمر کو خالد کی طرف حوالہ کر دیتا ہے۔

حکم:

یہ حوالہ بالاتفاق جائز ہے اور سب سے مضبوط قسم سمجھی جاتی ہے۔

---

3. حوالۂ صحیح

تعریف:

وہ حوالہ جس میں تمام شرائط پوری ہوں اور تینوں فریق راضی ہوں۔

حکم:

ایسا حوالہ مکمل طور پر درست، لازم اور قابلِ عمل ہوتا ہے۔

---

4. حوالۂ فاسد

تعریف:

وہ حوالہ جس میں کسی بنیادی شرط کی کمی ہو، مثلاً:

- فریقین کی رضامندی نہ ہو
- قرض متعین نہ ہو

حکم:

ایسا حوالہ شرعاً معتبر نہیں ہوتا۔

حصہ چہارم: حوالہ کی شرائط

1. محیل سے متعلق شرائط

1. محیل عاقل اور بالغ ہو
2. اس پر قرض ثابت ہو
3. وہ جبر کے بغیر حوالہ کرے

---

2. محال لہ (قرض خواہ) سے متعلق شرائط

1. محال لہ حوالہ قبول کرے
2. قرض واضح اور متعین ہو
3. محال لہ کو دھوکہ نہ دیا جائے

---

3. محال علیہ سے متعلق شرائط

1. محال علیہ حوالہ قبول کرے
2. وہ ادائیگی کی استطاعت رکھتا ہو
3. اسے ذمہ داری کا علم ہو

---

4. قرض سے متعلق شرائط

1. قرض لازم اور ثابت ہو
2. قرض قابلِ وصول ہو
3. قرض معلوم مقدار میں ہو

حصہ پنجم: حوالہ کے شرعی اثرات

1. محیل کی ذمہ داری

صحیح حوالہ کے بعد:

- اکثر فقہاء کے نزدیک محیل بری الذمہ ہو جاتا ہے

- اگر محال علیہ ادا نہ کرے تو بعض صورتوں میں محیل سے رجوع ممکن ہے

---

2. محال علیہ کی ذمہ داری

- ادائیگی اس پر لازم ہو جاتی ہے
- تاخیر کرنا ناجائز ہے

---

3. محال لہ کا حق

- وہ محال علیہ سے براہِ راست تقاضا کر سکتا ہے
- بلا وجہ محیل سے مطالبہ نہیں کر سکتا

حصہ ششم: حوالہ اور ضمان میں فرق

پہلو	حوالہ	ضمان

ذمہ داری کی منتقل ہو		برقرار رہتی
نوعیت	جاتی ہے	ہے
فریق	تین	عموماً دو
محیل	اکثر بری الذمہ	ضامن بری نہیں ہوتا
مقصد	قرض کی منتقلی	قرض کی ضمانت

حصہ ہفتم: جدید مالی نظام میں حوالہ

آج کے دور میں حوالہ کی عملی شکلیں:

- بینک ڈرافٹ
- منی ٹرانسفر
- چیک
- آن لائن ترسیلات

یہ سب حوالہ کی جدید صورتیں ہیں، بشرطیکہ:

- سود شامل نہ ہو
- دھوکہ نہ ہو
- شرعی اصول ملحوظ ہوں

نتیجہ و خلاصہ

حوالہ اسلامی فقہ کا ایک نہایت اہم اور مفید مالی معاہدہ ہے، جس کا مقصد قرض کی ادائیگی کو آسان بنانا اور معاشرتی تعاون کو فروغ دینا ہے۔ اس میں قرض کی ذمہ داری ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، بشرطیکہ تمام فریق راضی ہوں اور شرائط پوری ہوں۔ قرآن و سنت اور فقہاء کے اجماع سے حوالہ کا جواز ثابت ہے۔ اگر حوالہ کو شرعی اصولوں کے مطابق استعمال کیا جائے تو یہ اسلامی معاشی نظام میں عدل، سہولت اور اعتماد کا بہترین ذریعہ بن سکتا ہے۔

سوال نمبر *4:* عورتوں کی گواہی سے متعلق ایک تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

عورتوں کی گواہی کا تعارف

اسلامی شریعت میں گواہی *(*شہادت*)* ایک نہایت اہم قانونی اور اخلاقی تصور ہے۔ گواہی کے ذریعے حقوق کا تحفظ، انصاف کا قیام اور معاشرتی نظم و ضبط برقرار رکھا جاتا ہے۔ عورتوں کی گواہی کا مسئلہ فقہ اسلامی میں تفصیل کے ساتھ زیرِ بحث آیا ہے، کیونکہ اس کا تعلق خاندانی معاملات، مالی لین دین، فوجداری قوانین اور معاشرتی انصاف سے ہے۔ قرآن و سنت، فقہی آراء اور تاریخی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے عورتوں کی گواہی کے اصول متعین کیے گئے ہیں۔

گواہی کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

لغوی معنی:

گواہی عربی لفظ "شَہِدَ" سے نکلی ہے، جس کے معنی ہیں حاضر ہونا، دیکھنا، علم رکھنا اور بیان کرنا۔

اصطلاحی معنی:

فقہ کی اصطلاح میں گواہی سے مراد کسی واقعے، حق یا معاملے کے بارے میں سچائی کے ساتھ عدالت یا مجاز اتھارٹی کے سامنے بیان دینا ہے تاکہ حق دار کو اس کا حق دلایا جا سکے۔

قرآنِ مجید میں عورتوں کی گواہی

قرآنِ مجید نے گواہی کے اصول واضح کیے ہیں اور خاص طور پر مالی معاملات میں عورتوں کی گواہی کا ذکر سورۃ البقرہ میں کیا گیا:

"اور گواہ بنا لو اپنے مردوں میں سے دو گواہ، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں سے پسند

کرو تاکہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔"

(سورۃ البقرہ: 282)

یہ آیت مالی معاملات میں گواہی کے اصول بیان کرتی ہے اور عورتوں کی گواہی کے حوالے سے بنیادی نص سمجھی جاتی ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ میں عورتوں کی گواہی

احادیثِ نبویہ میں بھی گواہی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے انصاف، صداقت اور دیانت کو گواہی کی بنیاد قرار دیا۔ بعض احادیث میں مخصوص معاملات میں عورتوں کی گواہی کو قبول کیا گیا ہے، خاص طور پر وہ معاملات جن کا تعلق عورتوں کے نجی اور مخصوص امور سے ہے۔

فقہی نقطۂ نظر سے عورتوں کی گواہی

چاروں فقہی مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) نے عورتوں کی گواہی پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ان کے نزدیک عورتوں کی گواہی کا قبول یا عدم قبول ہونا معاملے کی نوعیت پر منحصر ہے۔

مالی معاملات میں عورتوں کی گواہی

مالی معاملات جیسے قرض، خرید و فروخت اور لین دین میں:

- ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے
- یا دو مردوں کی گواہی کافی سمجھی جاتی ہے

یہ اصول قرآن کی نص سے ثابت ہے اور اس کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ مالی معاملات میں بھول چوک کا امکان زیادہ ہو سکتا ہے، اس لیے دو عورتیں رکھی گئیں تاکہ ایک دوسری کو یاد دہانی کرا سکے۔

عائلی اور خاندانی معاملات میں عورتوں کی گواہی

عورتوں کی گواہی ان معاملات میں مکمل طور پر قبول کی جاتی ہے جن کا تعلق عورتوں کے ذاتی اور گھریلو امور سے ہو، مثلاً:

- ولادت
- رضاعت (دودھ پلانا)
- حیض و نفاس
- بکارت یا عیوبِ نسواں

ان معاملات میں اکثر فقہاء کے نزدیک ایک عورت کی گواہی بھی کافی ہوتی ہے، کیونکہ ان امور سے مرد عام طور پر واقف نہیں ہوتے۔

فوجداری مقدمات میں عورتوں کی گواہی

حدود اور قصاص کے مقدمات (جیسے زنا، چوری، قتل):

- اکثر فقہاء کے نزدیک صرف مردوں کی گواہی معتبر ہے
- عورتوں کی گواہی کو ان مقدمات میں قبول نہیں کیا جاتا

اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ معاملات نہایت سنگین نوعیت کے ہوتے ہیں اور ان میں انتہائی مضبوط شہادت درکار ہوتی ہے۔

جدید فقہی آراء اور اجتہادی پہلو

عصرِ حاضر کے بعض علماء عورتوں کی تعلیم، شعور اور سماجی کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے عورتوں کی گواہی کے دائرے کو وسیع کرنے کی بات کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک:

- گواہی کا اصل معیار جنس نہیں بلکہ دیانت، علم اور مشاہدہ ہے
- اگر عورت کسی معاملے میں مہارت اور براہِ راست مشاہدہ رکھتی ہو تو اس کی گواہی معتبر ہونی چاہیے

یہ آراء اجتہادی ہیں اور ان کا مقصد شریعت کے اصولوں کے ساتھ عصری تقاضوں میں ہم آہنگی پیدا کرنا ہے۔

عورتوں کی گواہی اور معاشرتی انصاف

اسلام عورت کو عزت، وقار اور قانونی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ عورتوں کی گواہی سے متعلق احکام کا مقصد:

- عورت کی تضحیک نہیں
- بلکہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے

اسلامی معاشرت میں عورت کو نہ صرف گواہ بلکہ معلمہ، مفتیہ اور راویِ حدیث کا مقام بھی حاصل رہا ہے، جس سے اس کی علمی اور اخلاقی اہلیت واضح ہوتی ہے۔

عورتوں کی گواہی پر اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض:

عورت کی گواہی آدھی کیوں ہے؟

جواب:

- یہ حکم مخصوص مالی معاملات تک محدود ہے
- تمام معاملات میں عورت کی گواہی آدھی نہیں

- بعض امور میں عورت کی گواہی مرد سے بھی زیادہ معتبر ہے

اسلامی تاریخ میں عورتوں کی گواہی کی مثالیں

اسلامی تاریخ میں متعدد مثالیں ملتی ہیں جہاں عورتوں کی گواہی پر فیصلے کیے گئے:

- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات
- صحابیات کی شہادتیں
- فقہی مسائل میں خواتین کی گواہی

یہ سب اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام نے عورت کی گواہی کو مکمل طور پر رد نہیں کیا بلکہ منصفانہ حدود میں قبول کیا ہے۔

نتیجہ خیز نکات (بطور خلاصہ نکات)

- عورتوں کی گواہی قرآن و سنت سے ثابت ہے
- معاملے کی نوعیت کے مطابق اس کے احکام مختلف ہیں

- اسلام میں گواہی کا معیار سچائی، دیانت اور علم ہے
- عورتوں کی گواہی انصاف کے نظام کا اہم جزو ہے

سوال نمبر 5: فیصلوں میں احسان کی روشنی پر نوٹ تحریر کریں۔

فیصلوں میں احسان کا تعارف

اسلام ایک ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو میں عدل، توازن اور اخلاقی حسن پیدا کرتا ہے۔ اسلام نے جہاں **عدل *(Justice)*** کو معاشرتی نظام کی بنیاد قرار دیا ہے، وہیں **احسان *(Benevolence / Excellence)*** کو عدل سے بلند تر مقام عطا کیا ہے۔ فیصلوں میں احسان کا تصور اسلامی اخلاقیات اور اسلامی قانون (فقہ) کا نہایت اہم اور لطیف پہلو ہے۔ احسان کا مطلب صرف انصاف کرنا نہیں بلکہ انصاف سے آگے بڑھ کر رحم، نرمی، خیر خواہی اور انسانی ہمدردی کو پیشِ نظر رکھنا ہے۔

احسان کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

لغوی معنی

احسان عربی لفظ ***"حُسن"*** سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں:

- خوبصورتی
- بھلائی
- نیکی
- عمدگی
- کسی کام کو بہترین انداز میں انجام دینا

اصطلاحی معنی

اسلامی اصطلاح میں احسان سے مراد:

"اللہ کی عبادت اس طرح کرنا گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر یہ کیفیت پیدا نہ ہو تو یہ یقین رکھنا کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

(حدیثِ جبریل)

فیصلوں کے تناظر میں احسان کا مطلب یہ ہے کہ:

- فیصلہ صرف قانونی تقاضوں پر نہیں
- بلکہ اخلاقی، انسانی اور روحانی پہلوؤں کو بھی مدنظر رکھ کر کیا جائے

قرآنِ مجید میں احسان کا تصور

قرآنِ مجید میں بار بار عدل اور احسان کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے:

"بے شک اللہ عدل اور احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔"

(سورۃ النحل: 90)

یہ آیت اسلامی عدالتی اور معاشرتی نظام کا جامع اصول ہے۔ اس میں:

- عدل کو بنیادی فریضہ
- اور احسان کو اعلیٰ اخلاقی معیار قرار دیا گیا ہے

عدل اور احسان کا باہمی تعلق

عدل کیا ہے؟

عدل کا مطلب ہے:

- ہر شخص کو اس کا پورا حق دینا

- کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرنا

احسان کیا ہے؟

احسان کا مطلب ہے:

- حق سے زیادہ دینا
- یا اپنے حق میں نرمی اختیار کرنا

فرق کی وضاحت

عدل	**احسان**
حق کے مطابق فیصلہ	حق سے بڑھ کر بھلائی
قانونی تقاضا	اخلاقی بلندی
لازم	مستحب لیکن افضل

اسلام عدل پر اکتفا کرنے کی اجازت دیتا ہے، مگر احسان کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

فیصلوں میں احسان کی اہمیت

اسلامی نظامِ قضاء میں فیصلہ صرف سزا یا حق دلانے تک محدود نہیں بلکہ:

- اصلاح
- دل جوئی
- معاشرتی ہم آہنگی
- اور باہمی محبت

کو بھی پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ احسان پر مبنی فیصلے معاشرے میں:

- نفرت کم کرتے ہیں
- انتقام کے جذبے کو ختم کرتے ہیں
- امن اور سکون پیدا کرتے ہیں

نبی کریم ﷺ کی سیرت میں فیصلوں میں احسان

1. فتح مکہ کا تاریخی فیصلہ

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ مکمل اختیار رکھتے تھے کہ:

- دشمنوں سے بدلہ لیتے
- ظلم کا حساب لیتے

مگر آپ ﷺ نے فرمایا:

"آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔"

یہ فیصلہ:

- عدل سے بڑھ کر
- احسان اور عفو و درگزر کی عظیم مثال ہے

---

2. طائف والوں کے لیے دعا

طائف کے لوگوں نے نبی ﷺ کو:

- لہولہان کیا

- گالیاں دیں

مگر آپ ﷺ نے بددعا کے بجائے فرمایا:

"اے اللہ! ان کو ہدایت دے، یہ مجھے نہیں جانتے۔"

یہ فیصلہ احسان کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

---

3. قرض دار کے ساتھ احسان

ایک شخص نے سخت لہجے میں قرض کا تقاضا کیا۔ صحابہ ناراض ہوئے، مگر نبی ﷺ نے فرمایا:

"اسے اس سے بہتر چیز دے دو۔"

یہ فیصلہ قانونی حق کے ساتھ اخلاقی احسان کو ظاہر کرتا ہے۔

خلفائے راشدین کے فیصلوں میں احسان

حضرت ابو بکر صدیقؓ

حضرت ابو بکرؓ نے اپنے ذاتی مال سے:

- بیت المال کی مدد کی
- کمزوروں کا خیال رکھا

فیصلوں میں نرمی اور احسان ان کی خلافت کی نمایاں خصوصیت تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ

عدل کے ساتھ ساتھ احسان کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں:

- قحط کے زمانے میں اپنے لیے گوشت ترک کرنا
- ایک یہودی کے مقدمے میں اس کے حق میں فیصلہ دینا

یہ سب احسان پر مبنی فیصلے تھے۔

حضرت علیؓ

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے:

“بدترین انصاف وہ ہے جس میں رحم نہ ہو۔”

ان کے فیصلوں میں علم، عدل اور احسان کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔

فقہی نقطۂ نظر سے فیصلوں میں احسان

فقہ اسلامی میں:

- قاضی کو قانون کا پابند ہونا ضروری ہے
- مگر جہاں قانون اجازت دے وہاں احسان کو ترجیح دی جا سکتی ہے

مثلاً:

- تعزیری سزاؤں میں نرمی
- صلح کروانے کی کوشش
- مجرم کی اصلاح کو سزا پر ترجیح

صلح اور احسان

اسلام صلح کو بہترین حل قرار دیتا ہے:

"صلح بہتر ہے۔"

(سورۃ النساء: 128)

صلح دراصل احسان پر مبنی فیصلہ ہوتا ہے جہاں:

- دونوں فریق کچھ نہ کچھ چھوڑ دیتے ہیں
- دل صاف ہو جاتے ہیں
- معاشرتی امن قائم ہوتا ہے

جدید عدالتی نظام اور احسان

آج کے قانونی نظام زیادہ تر:

- قانون کی سختی
- اور سزاؤں پر مبنی ہیں

اسلامی تصور اس سے مختلف ہے:

- سزا کے ساتھ اصلاح
- قانون کے ساتھ اخلاق

احسان پر مبنی فیصلے:

- *Restorative Justice*
- *Reconciliation*
- *Mercy-based Justice*

سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔

فیصلوں میں احسان کے فوائد

1. معاشرتی امن

احسان نفرت کو ختم کرتا ہے اور دلوں کو جوڑتا ہے۔

2. اصلاحِ فرد

نرمی پر مبنی فیصلے مجرم کو بدلنے کا موقع دیتے ہیں۔

3. اللہ کی رضا

احسان اللہ کو بے حد محبوب ہے:

"اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

4. عدالتی وقار

قاضی یا فیصلہ کرنے والے کی شخصیت باوقار بنتی ہے۔

احسان اور انسانی حقوق

اسلامی نظام میں احسان:

- کمزور
- اقلیت
- عورت
- غلام

سب کے حقوق کے تحفظ کا ذریعہ بنا۔

اعتراضات اور وضاحت

اعتراض:

احسان سے قانون کمزور ہو جاتا ہے۔

جواب:

- احسان قانون کے خلاف نہیں
- بلکہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے نرمی ہے
- جہاں سختی ظلم بن جائے، وہاں احسان عدل کو مکمل کرتا ہے

خلاصۂ نکات

- احسان عدل سے اعلیٰ درجہ ہے
- قرآن و سنت میں اس کی واضح تعلیم موجود ہے
- نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے فیصلے اس کی عملی مثال ہیں

- احسان پر مبنی فیصلے معاشرے میں امن، اصلاح اور محبت پیدا کرتے ہیں